تین دانش ورانہ مضامین حاصل ادب ، اردو کا حال اور مستقبل ، اور مسلمان عورتیں اور نیا زمانہ ایسے بھی ہیں جن کے موضوعات سے سید حسن برنی کی علمی دل چسپیوں کا ایک اور میدان سامنے آتا ہے - اردو ، جس پر آج بول چال ہی نہیں تحریر میں بھی انگریزی حاوی ہوتی جاتی ہے ، سید حسن برنی کے زمانے میں بھی اس مسئلے سے دوچار تھی اور اس کا سبب ان کے نزدیک کم سنی ہی سے بچوں کو انگریزی زبان کی تحصیل میں لگا دینا تھا- چنانچہ وہ اپنے مضمون میں لکھتے ہیں-

> " اب بچوں کو کم سنی ہی سے انگریزی زبان کی تحصیل میں مصروف کر دیا جاتا ہے ، مادری زبان میں کم استعدادی کی وجہ سے ان لوگوں کو بمجبوری انگریزی الفاظ سے مدد لینا پڑتی ہے - فی الحقیقت یہ ایسا خطرہ ہے جس سے اردو کو بچانے کے لیے عام احساس اور توجہ کی ضرورت ہے "- (ص ۳۲۳)

وہ اس کے شاکی ہیں کہ : اردو میں تصنیف و تالیف کے وجود کا انحصار ان لوگوں پر ہے جو اسے ترقی دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے - (ص ۳۲۴) - " اردو زبان میں مختلف علوم کی اصطلاحات کا اس وقت تک کوئی لغت تیار نہ ہونا حامیان اردو کی بہت ہی بڑی بے اعتنائی اور کاہلی پر دال ہے (ص ۳۳۶)

انھی سطور پر اس کتاب کے تعارف کو تمام کیا جاتا ہے اور انجمن کو مبارک باد پیش کی جاتی ہے کہ مقالات برنی کی دو جلدیں شائع کرکے مفید علمی خدمت انجام دی ہے- یہ ایک ایسا عملی کام ہے جو رجحان ساز ہے ، یعنی اردو کے مجلاتی سرمائے کا جائزہ لے کر دوسرے فضلاء کے ایسے اہم مقالات کی بازیافت کی جا سکتی ہے جو وقت کے گزرنے کے سبب سے ، اور مجموعوں کی صورت میں طبع نہ ہو پانے کی وجہ سے فراموش ہوتے جاتے ہیں-

۴ - دیوان مہ لقا بائی چندا

مرتب : شفقت رضوی
ناشر: مجلس ترقی ادب ، لاہور
ضخامت : ۱۵۴ صفحات (بشمول مقدمہ مرتب ، ۵۵ صفحات)
مبصر : مسز رابعہ اقبال

یہ دیوان ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا تھا - اس کا ایک نسخہ فاضل مرتب کی طرف سے ۱۹۹۳ء میں ملا - بطور تعارف چند سطور پیش کی جاتی ہیں - شاعرہ اردو کی پہلی صاحب دیوان خاتون ہونے

کا اعزاز رکھتی ہے - اس لحاظ سے اردو شاعری کی تاریخ میں اس کا نام سرسری طور پر آنا ضرور ہے لیکن جیسا کہ مرتب نے اپنے مقدمے میں (مرتب نے اس کو پیش لفظ کا نام دیا ہے) صراحت کی ہے ، " یہ تاریخ ادب کا المیہ ہے کہ اردو کی اس صاحب دیوان شاعرہ کی طرف کبھی (کماحقہ) توجہ نہ دی گئی " ، حالانکہ اس کے حوالے سے اس کے زمانے (ولادت ۱۱۸۱ ھ ، وفات ۱۲۴۰ ھ) کے دکن کے حالات عمدہ طور پر سامنے آتے تھے - اور یہ کہ " اگرچہ اس کو تذکروں میں طوائف کہا گیا ہے لیکن وہ نہ تو بازاری تھی ، نہ ارزاں "-

اس کا دادا مرزا سلطان نظر بلخی (م ۱۱۲۷ ھ) طبقہ امرا سے تعلق رکھتا تھا - اس کے حالات مآثر الامراء میں مذکور ہیں ، باپ بہادر خاں المخاطب بہ بسالت خاں تھا- وہ آصف جاہ کا بخشی تھا - اور نانا عہد محمد شاہی کا خواجہ محمد حسین تھا جو قصبہ بارہہ سے دکن آیا تھا - اس کو پہلے گجرات کے ناظم کی سرکار میں کروڑ گیری کا منصب ملا - ملازمت کے دوران متمول ہوا مگر عیش پرستی اور اصراف کی وجہ سے ماخوذ ہوا اور راہ فرار اختیار کرکے ہمیشہ کے لیے روپوش ہوگیا - اس کی بیوی پر مصائب کے دروازے کھل گئے - اس نے دیوبیہ پہنچ کر بھگتیوں کے محلے میں سکونت اختیار کر لی- پہلے دیوبیہ کے راجا ، سالم سنگھ کے حرم میں رہی ، پھر افتاد پڑنے کے سبب نکل کر بسالت خاں بخشی کے حرم میں پہنچی-یہاں چندا پیدا ہوئی-

غرض کہ زمانے کی نیرنگیوں کا ایک عبرت ناک مرقع ہے جو مرتب نے بتفصیل اپنے مقدمے میں ماخذ کے حوالوں کے ساتھ پیش کیا ہے - ساتھ ہی چندا کی داستان حیات کے اختلافی مسائل سے بحث کرکے اپنی تحقیق کے نتائج بھی پیش کرتے چلے گئے ہیں - انھوں نے معاصر فضلاء کی تحریروں سے استفادہ بھی کیا ہے اور جہاں ضرورت تھی ، اختلاف بھی - اس طرح چندا کے حالات اور شخصیت کا ایک تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے جس سے دکن کے امراء و روساء کی ثقافت کا ایک دل چسپ مرقع سامنے آتا ہے- آخر میں تذکروں کی مدد سے اس کے اکتساب شعر گوئی کی داستان بھی بیان کی ہے اور دیوان سے متعلق ضروری معلومات درج کرکے اس کی شاعری کا بھی تجزیہ بھی کیا ہے-

دیوان کے بارے میں انھوں نے صراحت کی ہے کہ یہ ۱۲۱۳ ھ میں شاعرہ کی زندگی میں مرتب ہوا تھا جب کہ وہ راجہ رنبھا بہادر کی ملازمت میں تھی - راجا کے حکم سے اس کے دیوان کو سید نصیر الدین خاں المتخلص بہ قدرت نے مرتب کیا ، چندا کی فرمائش پر قدرت ہی نے اس پر نو ورق کا دیباچہ تحریر کیا - یہ دیوان دوران رقص چندا نے ۱۸ اکتوبر ۱۷۹۹ء کو سر جان مالکم کی نذر کیا تھا جو اب انڈیا آفس لائبریری لندن کے ذخیرہ مخطوطات میں شامل ہے- اس کے دیگر مخطوطات کتب خانہ آصفیہ ، کتب خانہ فیلسوف واقع حیدرآباد دکن میں ہیں - ایک مخطوطہ بابائے اردو